AL-‘ULŪM *(July-December) 2021*
2:2 (27-49)

نکاح مسیار کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ(قرآن وسنت کی روشنی میں

A Critical review of *Nikāh-e-Misyār*,in the light of *Qūrān* and *Sūnnāh*

Muhammad Waris (Ph.D Scholar), Qurtuba University DI Khan

Keywords:
Marriage, Nikāh-e-Misyār, Fatāwā, Nikāh-e-Mut'ah, Nikāh-e-Muwaqqat

Waris, M. (2021). A Critical review of Nikāḥ al-Misyār in the light of Qūrān and Sūnnāh. Al-'Ulūm Journal of Islamic Studies, 2(2), 27-49.

Abstract: *The Nikāḥ is regarded as an act of worship (ibādah) in Islam. The Nikāḥ is categorized into Sunnah, Wajib, and Farz. For instance, if a person performs Nikāḥ under normal situation, then it's a Sunnah, but would be regarded obligatory in case of eroticism. The important conditions for Nikāḥ are (i) presence of at least two witnesses (ii) Acceptance of Husband and wife, (iii) Mahr-e-Shar'i (dowry), (iv) Ability of Husband to provide shelter and living expenses to wife. There is a new term of Nikāḥ getting popularity in Arabia which is called Nikāḥ al-Misyār. The objective of the paper is to briefly explain Nikāḥ al-Misyār and to explore the disastrous consequences that are being caused by practice of Nikāḥ al-Misyār. This Nikāḥ is executed between Man and woman in the presence of two witness with the stipulation that husband will not be responsible for shelter provision. They get marriage to fulfill only their sexual desire. The paper established how this type of Nikāḥ violates the explicit texts and binding principles of Qur'ān, Sunnah, and Islamic jurisprudence.*

[1.] Corresponding author Email: bhorvi313@gmail.com

C

Content from this work is copyrighted by *Al-'Ulūm* Journal of Islamic Studies, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے زندگی کے ہر معاملے میں انسانیت کی راہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، دور جدید میں جتنے بھی مسائل جنم لے رہے ہیں؛ ان کا حل بھی دین اسلام میں موجود ہے انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ نکاح مسیار کا ہے۔ یہ نکاح کی ایک جدید اصطلاح ہے اس نکاح کی عملی صورت کچھ یوں ہے کہ تجارت یا ملازمت کی غرض سے انسان کسی دوسرے ملک میں جاتا ہے اور وہاں کسی عورت سے نکاح کرلیتا ہے اور عموماوہ دل میں یہ نیت رکھتا ہے کہ جب میں سال یا دو سال بعد واپس چلا جاؤں گا تو اس بیوی کو طلاق دے دوں گا۔ نکاح کا بار مرد پر کم سے کم ڈالنے کی خاطر عورت بھی نان نفقہ اور ساتھ رہنے کے حق وغیرہ سے دست بردار ہو جاتی ہے،لہذا بیوی اپنے گھر میں رہتی ہے، اور مرد کو جب موقع ملتا ہے تو وہ اپنی اس بیوی کے گھر آکر یا کچھ وقت کے لیے کسی دوسرے مقام پر لے جاکر اپنی بیوی کے ساتھ وقت گزارتا ہے، اسے "نکاحِ مسیار" اور عربی زبان میں "زواجِ مسیار" کہتے ہیں۔

اس عقد میں نکاح کی شرائط وارکان یعنی ایجاب وقبول، گواہ اور مہر وغیرہ کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے۔ اس لیے نکاح کی اس جدید صورت کو بھی شرعی اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا یہ نکاح جائز ہے؟ یا اس میں شرعی اعتبار سے کوئی سقم ہے؟ اگر سقم ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟ اور اس کے معاشرے پر کیا اثرات پڑیں گے؟ نیز چوں کہ یہ نکاح سعودی عرب، قطر، بلاد خلیج، افریقہ اور ایشیاء کے بعض ممالک میں ہو رہا ہے اس لیے کی روشنی میں تحقیق ضروری ہے۔

نکاح مسیار کا وقوع چوں کہ زیادہ تر عرب ممالک میں ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اردو زبان میں ابھی تک اس پر کوئی تحقیقی کام راقم کی نظر سے نہیں گذرا تاہم عربی زبان میں کچھ مقالات اور کتب لکھی گئی ہیں جن میں سے قابل ذکر یہ ہیں:

محمد علی عمر شیخ عثمان، **زواج المسیارمن المنظور الشرعی**، مقالہ ایم اے علوم اسلامیہ، مدینہ یونیورسٹی، ۲۰۱۳ء۔

عرفان بن سلیم العشا حسونۃ الدمشقی، **نکاح المسیار واحکام الانکحۃ الاخری**، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۱۴۲۳ھ۔

یوسف القرضاوی، **زواج المسیار حقیقتہ وحکمہ**، مکتبہ وھبۃ، القاہرہ، ۱۴۲۰ھ۔

عبدالملک بن یوسف، **زواج المسیاردراسة فقهية واجتماعية نقدية**، دار ابن لعبون، ریاض، ۱۴۲۳ھ۔

اسامہ عمر سلیمان الاشقر، **مستجدات فقهية فی قضایا الزواج والطلاق**، دارالنفائس، اردن، ۲۰۰۰ء۔

اس مقالہ میں استنباطی واستخراجی طریقہ تحقیق سے اصول شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کی اصل تک پہنچنا راقم کی اولین کوشش ہوگی تا کہ اس مسئلہ کے شرعی حکم کی وضاحت کی جا سکے۔ واللہ الموفق

اس سے قبل کہ ہم اصل مسئلہ پر بات کریں، قرآن و سنت کی روشنی میں نکاح اور اس کی شرائط وغیرہ پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہے۔

نکاح کی فضیلت قرآن وسنت کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے ایک جان سے ان گنت مخلوق پیدا فرما کر ان کے مابین انس و محبت ڈال دی اور مرد کے سکون کے لیے بیوی کے روپ میں اس کا رفیق سفر پیدا فرمایا۔ اور پھر اس رفیق کی قربت کے لیے نکاح کرنے کا حکم بھی دے دیا۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ[1]

(پس تم نکاح کرو عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں۔ اور جنت میں بھی یہی طریقہ قائم ودائم رہے گی۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ[2]

اسی طرح ہم انہیں بیاہ دیں گے موٹی آنکھوں والی عورتوں سے، پھر دیندار بیوی کا تلاش کرنا بھی مستحب عمل ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

ثلاث حق على الله تعالىٰ عونهم المكاتب الذى يريد الاداء والناكح الذى يريد العفاف والمجاهد فى سبيل الله تعالىٰ۔[3]

---

[1]۔ القرآن، ۴:۳۔

[2]۔ القرآن، ۵۴:۴۴۔

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ کریم و قادر ذات ان کی مدد کرے؛ ایک وہ جو مکاتب غلام ہو اور اپنا بدل کتابت ادا کرنے میں سعایت کر رہا ہو، دوسرا وہ جو پاکدامن بیوی کی تلاش میں ہو اور تیسرا راہ خدا میں جہاد کرنے والا مجاہد۔

ایک نیک خصلت خاتون ایک بہترین گھر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے، اور ایک اچھا گھر ایک پوری قوم کی خشت اول ہوتی ہے، جہاں قوم کے مستقبل کے معمار پرورش پاتے ہیں، کیوں کہ گھر ایک مدرسہ ہے جہاں اخلاق و کردار کی جو قدریں اچھی یا بری، بلند یا پست لوح قلب پر ثبت کی جاتی ہیں وہ نقوش حیات کبھی مدھم نہیں پڑتے۔ اسی نکاح کی بدولت اچھا معاشرہ جنم پاتا ہے کیوں کہ نکاح آنکھوں کو جھکا دیتا ہے اور تقرب الی اللہ کے لیے زینہ اول بن جاتا ہے، بعض صحابہ نے جب نکاح نہ کرنے کا ارادہ کر لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي[۴]۔

میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ پس میرے طریقے سے جس نے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

سرور کونین ﷺ کا فرمان ہے:

حُبِّبَ إِلَيَّ من دنياكم ثلاث: النساءُ، والطيبُ، وجعلَتْ قرةُ عَيني في الصلاةِ[۵]

مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں نماز سے آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کرنا، خوشبو لگانا، عورتوں سے نکاح کرنا۔

نبی کریم ﷺ نے عکاف بن وداعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

" أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ "[۶]

چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں: حیاء کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

۳۔ ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی (م:۳۰۳ھ)، **سنن النسائی**، کتاب الجھاد، باب فضل الروحة فی سبیل اللہ (بیروت: دار المعرفة، ۲۰۰۶ء)، ۲:۱۳۴، رقم:۳۲۲۰۔

۴۔ نفس مصدر، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیه، ۴:۱۲۹، رقم:۱۴۰۱۔

۵۔ نفس مصدر، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء، ۷:۶۱، رقم:۳۹۴۰۔

۶۔ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م:۲۷۹ھ)، **الجامع السنن**، ابواب النکاح عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضل التزوج والحث علیه (مصر: شرکة مکتبة ومطبعة مصطفیٰ الحلبی، ۱۹۷۵ء)، ۳:۳۷۷، رقم:۱۰۸۰۔

حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔

قالوا : يا رسولَ الله ! أيأتي أحدُنا شهوتَه ويكونُ له فيها أجرٌ ؟ ! قال : أرأيتم لو وضعها في حرامٍ أكان عليه فيها وزرٌ ؟ قالوا : بلى ، قال : فكذلك إذا وضعها في الحلالِ كان له أجرٌ [7]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا؛ کیا ہم میں سے کوئی خواہش پوری کرتا ہے تو اس پر بھی اسے اجر ملے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہی خواہش نفس غیر شرعی طریقے سے پوری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ملتا؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یونہی حلال طریقے کے ذریعے خواہش پوری کرے گا تو اسے اجر ملے گا۔

قرآن وسنت کی ان تفصیلات سے نکاح کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے نیز یہ کہ نکاح سے نہ صرف طبعی ضرورت پوری ہوتی ہے بلکہ یہ باعث ثواب عبادت بھی ہے۔

نکاح کی تعریف اور حدود وقیود

ائمہ اربعہ کے نزدیک نکاح کا مفہوم کچھ یوں ہے، جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

۱. احناف کے نزدیک نکاح کی تعریف:

هو عقد يرد على ملک المتعة قصداً.[8]

"شرع میں نکاح ایسے عقد کو کہتے ہیں جو قصداً ملک متعہ یعنی نفع اٹھانے پر وارد ہوتا ہے۔"

۲. مالکیہ کے نزدیک نکاح کی تعریف:

هوعقدلحل تمتع بانثىٰ غيرمحرم ومجوسية وامة كتابية بصيغة -[9]

۷۔ ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری (م:۲۶۱ھ)، **الجامع الصحيح**، كتاب الزكوٰة، بيان ان اسم الصدقة يقع علىٰ كل نوع من المعروف (کراچی: مكتبة البشری، ۲۰۰۳ء)، ۸۲:۳، رقم: ۱۰۰۶۔

۸۔ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم مصری (م:۹۷۰ھ)، **البحر الرائق** (بیروت: دارالکتب العلمية، ۱۹۹۸ء)، ۸۵:۳۔

نکاح ایسا عقد ہے جو ایک خاص صیغہ کے ساتھ ایسی عورت سے لطف اندوز ہونے کو حلال کرنے کے لیے مشروع ہوا ہے، جو محرمات سے نہ ہو، نہ ہی مجوسیہ ہو اور نہ ہی کتابیہ لونڈی ہو۔

۳. شوافع کے نزدیک نکاح کی تعریف:

هو عقد يتضمن اباحة وطىء بلفظ نكاح اوتزويج وما اشتق منها۔[۱۰]

نکاح ایسا عقد ہے جو لفظ نکاح، تزویج اور اس سے مشتق الفاظ کے ساتھ وطی کو مباح کرنے کے لیے وارد ہوتا ہے۔

۴. حنابلہ کے نزدیک نکاح کی تعریف:

هوعقد يعتبرفيه لفظ نكاح او تزويج فى الجملة والمعقود عليه منفعة الاستمتاع۔[۱۱]

نکاح ایسا عقد ہے جس کے انعقاد میں صرف لفظ نکاح اور تزویج کا اعتبار ہوتا ہے اور معقود علیہ استمتاع کی منفعت ہوتی ہے۔ نکاح کی تعریف میں ائمہ اربعہ کے اقوال باہم قریب المعنی ہیں جن میں کوئی خاصہ اختلاف نہیں ہے۔ احناف نے قصدا کا لفظ تعریف میں ذکر کیا جس سے لونڈی کے ساتھ ہونے والی مباشرت کو خارج کرنا مقصود ہے، کیوں کہ لونڈی کے عقد شراء کے ساتھ ہی ضمنا استمتاع کا حق اس کے مولیٰ کو حاصل ہو جاتا ہے، جو کہ نکاح نہیں کہلاتا، اسی طرح ائمہ ثلاثہ نے نکاح کی تعریف میں کچھ صیغوں کو ذکر کیا جن کے ساتھ نکاح کا انعقاد ہوتا ہے کیوں کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عقد نکاح کے لیے لفظ انکاح یا تزویج کا ہونا ضروری ہے، جب کہ احناف کے نزدیک کئی دیگر الفاظ مثلا اباحت اور تملیک کے ساتھ بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ کماهو

۹۔ محمد بن احمد الدردیر الدسوقی المالکی (م: ۱۲۳۰ھ)، **حاشية الدسوقى على الشرح الكبير** (بیروت: دار الفکر، ت ن)، ۲:۱۹۴۔

۱۰۔ شمس الدین محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی (م: ۹۷۷ھ)، **مغنى المحتاج** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۹۴ء)، ۳:۱۶۵۔

۱۱۔ منصور بن یونس البھوتی المصری (م: ۱۰۵۱ھ)، **الروض المربع شرح زاد المستقنع** (مصر: دار المويد موسسة الرسالة، ۱۹۹۶ء)، ۳:۶۰۔

مصرح فی الھدایہ[۱۲] جب کہ مالکیہ نے انثیٰ کا لفظ ذکر کر کے خنثیٰ کے ساتھ نکاح کو خارج کرنے کا قصد کیا کیوں کہ نکاح عورتوں کے ساتھ مشروع ہے۔

لفظ نکاح کا معنی بیان کرتے ہوئے امام بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی لکھتے ہیں:

> أصل النكاح في كلام العرب الوطيء وقيل للتزوج نكاح لأنه سبب للوطيء المباح.[۱۳]
>
> "کلام عرب میں نکاح کا مطلب "وطی" یعنی عمل ازدواج ہے تزوج یعنی شادی کو بھی نکاح اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہے۔"

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

> جب اہل عرب (نكح فلان فلانة) کہیں تو اس وقت نکاح مراد لیتے ہیں اور اگر (نكح فلان امرآته او زوجته) کہیں تو اس وقت جماع مراد لیتے ہیں۔[۱۴]

نکاح کے فرائض وواجبات اور شرائط

ا۔ نکاح کے فرائض وارکان

جمہور کے نزدیک نکاح کے دو رکن یا فرض ہیں، ایک یہ کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے کہ آپ مجھ سے نکاح کرلیں؛ یہ ایجاب کہلاتا ہے اور دوسرا رکن یا فرض قبولیت ہے یعنی دوسرا

۱۲- علی بن ابی بکر المرغینانی (م: ۵۹۳ھ)، **الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی** (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۳ء)، ۲:۳۲۵۔

۱۳- بدرالدین محمودبن احمد بن موسی العینی الحنفی (م: ۸۵۵ھ)، **عمدة القاري** (بیروت: دار احیاء التراث العربي، ۱۹۹۸ء)، ۲۰:۶۴۔

۱۴- فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر الرازی (م: ۶۰۸ھ)، **التفسیر الکبیر** (بیروت: دارالفکر، ۱۳۹۸ھ)، ۶:۱۱۲۔

شخص کہے گا کہ مجھے یہ پیشکش قبول ہے میں نے آپ سے نکاح کر دیا ہے۔[۱۵] اس ضمن میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ یوں ہے:

i. مذہب حنفی

احناف کے نزدیک نکاح کے دو رکن (ایجاب اور قبول) اور پانچ شرائط ہیں (ولایت، شہادت، میاں، بیوی کی تعیین، کفاءت)۔[۱۶]

ii. مذہب مالکی

مالکی علماء کے نزدیک نکاح کے چار ارکان ہیں: ولایت، زوجین کی تعیین، صیغ اداء، مہر۔[۱۷]

iii. مذہب شافعی

شافعی فقہاء کے نزدیک نکاح کے پانچ ارکان ہیں: ولایت، شہادت، میاں، بیوی کی تعیین، صیغ ادا۔[۱۸]

iv. مذہب حنبلی

ان کے ہاں پانچ ارکان نکاح ہیں: ولایت، شہادت، تعیین زوجین، ایجاب و قبول اور زوجین کی رضامندی۔[۱۹]

ان تمام مذاہب فقہ میں ایجاب و قبول کی رکن بدستور قائم ہے جو کہ مالکی اور شافعی فقہاء نے صیغ اداء کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

۱۵۔ ابن نجیم، **البحر الرائق**، ۳: ۱۴۱۔

۱۶۔ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام (م: ۸۶۱ھ)، **شرح فتح القدير** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۳ء)، ۲: ۳۴۴۔

۱۷۔ محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی المالکی (م: ۱۲۳۰ھ)، **حاشية الدسوقى على الشرح الكبير** (بیروت: المكتبة العصرية، ۱۴۱۶ھ)، ۲: ۲۲۰۔

۱۸۔ الشربینی، **مغنى المحتاج**، ۳: ۱۸۸۔

۱۹۔ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (م: ۶۲۰ھ)، **الکافی** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۱۴ھ)، ۳: ۱۰۔

۲۔ نکاح کی شرائط

ولایت، گواہی اور مہر کو بعض نے ارکان شمار کیا تو بعض نے انہیں شرائط کہا۔ تاہم احناف، شوافع اور حنابلہ کے مشہور قول کے مطابق نکاح کی شرائط میں سے دو گواہوں کا پایا جانا ہے تاکہ اعلان نکاح متحقق ہو جائے۔ جب کہ امام مالک کے نزدیک اعلان شرط ہے خواہ کسی طریقہ سے ہو اگرچہ دف بجا کر ہو۔[۲۰]

ولایت نکاح کے بارے میں اختلاف

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عقد نکاح کے وقت ولی کا موجود ہونا شرط ہے، حتی کہ اگر ولی نہ ہو گا تو نکاح متحقق نہ ہو گا، جب کہ احناف کے نزدیک عاقلہ بالغہ عورت اپنی ذات پر ولایت تامہ رکھتی ہے۔[۲۱]

۳۔ واجبات نکاح

i. مہر شرعی

جمہور کے نزدیک نکاح کے واجبات میں سے ایک مہر ہے، المهر واجب شرعا[۲۲] مہر واجب شرعی ہے اور یہ عورت کا حق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً[۲۳] کہ عورتوں کو ان کا مہر بخوشی ادا کرو۔ تاہم امام مالک کے نزدیک مہر نکاح کی شرائط میں سے ہے، حتی کہ عقد نکاح میں اس کا ذکر نہ کرنے سے نکاح نہ ہو گا۔[۲۴] علامہ عینی لکھتے ہیں کہ مہر کے حکم میں تین جہتیں ہیں:

۲۰۔ ابن الهمام، **شرح فتح القدير**، ۲:۳۵۱؛ الدردير، **الشرح الكبير علىٰ حاشية الدسوقى**، ۲:۲۱۶؛ الشربيني، **مغني المحتاج**، ۳:۱۹۴؛ ابن قدامه، **الكافى**، ۳:۱۸۔

۲۱۔ ابراهيم بن علی الشيرازی الفيروزآبادی الشافعی (م: ۴۷۶ھ)، **المهذب** (بيروت: دارالكتب العلمية، ۱۴۱۴ھ)، ۲:۴۵؛ ابن قدامه، **الكافى**، ۳:۱۰؛ الدردير، **الشرح الكبير علىٰ حاشية الدسوقى**، ۲:۲۱۶؛ ابن الهمام، **شرح فتح القدير**، ۲:۳۹۱۔

۲۲۔ بدرالدين محمود بن احمد عينی (م: ۸۵۵ھ)، **البناية على الهداية** (بيروت: دارالكتب العلمية، ۲۰۰۱ء)، ۵:۱۳۱۔

۲۳۔ القرآن، ۴:۳۔

۲۴۔ الدسوقی، **حاشية الدسوقى**، ۲:۲۹۴۔

۱۔ مہر حق شرع ہے کہ یہ دس درہم سے کم نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ مہر عورت کے اولیاء کا حق ہے۔ اور یہ عقد ہوتے وقت اپنا حق استعمال کرتے ہوئے اس کی مقدار میں زیادتی کا تقاضا کر سکتے ہیں تا کہ ان کی عزت افزائی ہو جائے۔

۳۔ یہ خالصۃ عورت کا حق ہے اور اسے یہ حق عقد ہو جانے کے بعد حاصل ہو گا لہذا اگر وہ مہر کا کچھ حصہ کم کرنا چاہے یا سارا مہر معاف کرنا چاہے تو عورت کو اختیار حاصل ہو گا۔[۲۵]

امام قدوری نے کہا:

فان حطت عنه من مهرها صح الحط.

یعنی اگر وہ اپنے مہر کا کچھ حصہ کم کرنا چاہے تو یہ صحیح ہو گا۔[۲۶]

ii. بیوی کو نان و نفقہ دینا

نان و نفقہ بھی واجب ہے اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو نان نفقہ دینے کے متعلق ارشاد فرمایا:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔[۲۷]

صاحب استطاعت پر لازم ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق (بیوی پر) خرچ کرے۔ اور جو مقدور بھر رزق کا مالک ہے تو وہ اللہ کے عطا کردہ رزق سے کچھ نہ کچھ ضرور دے۔

اسی بناء پر فقہاء کرام کہتے ہیں:

النفقة واجبة للزوجة على زوجها

یعنی عورت کا خرچ، اس کے کپڑے اور نان نفقہ خاوند پر واجب ہے۔[۲۸]

iii. بیوی کو الگ گھر میں رہائش دینا

بیوی کو الگ رہائش دینا بھی واجب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

۲۵ – نفس مصدر، ۵:۱۴۲۔

۲۶– ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد القدوری البغدادی (م:۴۲۸ھ)، **المختصر للقدوری** (کراچی: مکتبة البشریٰ، ۱۹۹۷ء)، ۱۴۷۔

۲۷– القرآن، ۶۵:۷۔

۲۸– قدوری، **المختصر للقدوری**، ۱۷۴۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ ۔[۲۹] عورتوں کو اس طرح رہائش مہیا کرو جس طرح تم خود رہتے ہو۔

امام قدوری فرماتے ہیں:

وعليه ان يسكنها فى دار مفردة ليس له احد من اهله ان يسكن معه وللزوج ان يمنع والديها واهلها من الدخول عليها۔[۳۰]

اور خاوند پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اسے الگ گھر دے جس میں خاوند کے گھر کے دیگر افراد نہ رہیں اور خاوند کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ بیوی کے والدین اور دیگر اہل خانہ کو اس گھر میں داخل ہونے سے روک سکتا ہے۔

iv. کفاءت

عورت جس شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے وہ اس کے برابر ہو اولیاء اور ورثاء کو عار محسوس نہ ہو کہ ان کا داماد کسی گھٹیا پیشہ یا کم ذات سے تعلق رکھتا ہو تو وہ اعلیٰ خاندانوں کے لوگ اس سے شدید تکلیف محسوس کرتے ہیں لہٰذا عورت اگر کسی سے نکاح کا ارادہ کرے تو خاوند کا معیار میں اس کے برابر ہونا لازم ہے۔ جمہور کے نزدیک نکاح میں عورت اور مرد کا ہم کفو (برابر) ہونا واجب ہے لیکن صحت نکاح کے لیے شرط نہیں، اس لیے صاحب ہدایہ نے کہا:

الكفاءة فى النكاح معتبرة.[۳۱] کہ نکاح میں کفاءت کا اعتبار اہم حیثیت رکھتا ہے۔

جب کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک کفاءت شرط ہے۔[۳۲]

لہٰذا قول جمہور کی روشنی میں اگر عاقل بالغ عورت اپنا نکاح کسی ایسے مرد سے کر دیتی ہے جو ذات، دین یا مال و جمال میں عار کا سبب بن سکتا ہے تو عورت کے اولیاء کو نکاح ختم کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ عدالت میں جا کر تنسیخ حاصل کریں گے۔

۲۹۔ القرآن، ۶:۶۵۔

۳۰۔ نفس مصدر، ۱۷۴۔

۳۱۔ **البناية على الهداية**، ۵:۱۰۹۔

۳۲۔ عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (م:۶۲۰ھ)، **المغنی** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۳ء)، ۷:۳۷۴۔

v. فطری حاجت کو پورا کرنا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوجہ کے حقوق پورے کرنے کی خاطر حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نفلی روزوں اور قیام اللیل میں کمی کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عبد اللہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا جی ہاں یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَيْکَ حَقًّا.[۳۳]

"ایسا نہ کرو بلکہ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، قیام بھی کرو اور سویا بھی کرو کیوں کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو شرمگاہ کی حفاظت قرار دیا ہے:

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ رضی الله تعالىٰ عنه فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلىٰ الله عليه وآله وسلم فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.[۳۴]

"حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت کا مہر ادا کر سکتا ہے وہ نکاح کر لے کیوں کہ یہ نظر کو جھکاتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیوں کہ روزہ شہوت کو ختم کرتا ہے۔"

۳۳- ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (م:۲۵۶ھ)، **الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول الله ﷺ وسننه وايامه**، كتاب النكاح، باب لزوجک عليک حق (الریاض: مكتبة الرشد، ۱۴۲۰ھ)، ۷:۳۱، رقم: ۵۱۹۹۔

۳۴- *نفس مصدر*، كتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علىٰ نفسه العزوبة، ۳:۲۶، رقم: ۱۹۰۵۔

نکاح کا حکم

نکاح کا حکم یہ ہے کہ یہ سنت ہے، ہاں اگر گناہ میں پڑنے کا سخت اندیشہ ہو تو اس وقت نکاح کے وجوب میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں بشرطیکہ وہ خاوند نان نفقہ پر قادر ہو۔ کسی بھی شخص کی حالت کے اعتبار سے نکاح کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ حالت اعتدال: یعنی جب کسی مرد کا گناہ میں پڑنے کا خاصہ امکان نہ ہو بلکہ وہ شخص اپنی ذات پر قابو رکھے ہوئے ہو تو اس صورت میں نکاح کرنا سنت ہے۔

۲۔ حالت شہوت: جب کوئی شخص ایسی کیفیت میں ہو کہ اس کے گناہ میں پڑنے کا شدید خطرہ ہو تو اس صورت میں نکاح کرنا فرض ہے۔

۳۔ حالت امن: جب کوئی شخص عنین ہو یا کبیر السن ہو تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مباح ہے۔[۳۵]

۴۔ حالت غضب: اگر کسی شخص کے غضب کا اندیشہ ہو کہ وہ شخص بے رحم ہو اور قوی یقین ہو کہ وہ شخص نکاح کے بعد اپنی بیوی پر ظلم ڈھائے گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔[۳۶]

نکاح مسیار کا تاریخی پس منظر

نکاح مسیار کے متعلق عبد الملک بن یوسف کی رائے یہ ہے کہ اس سے ملتی جلتی شکل بیس سال قبل کے زمانے میں موجود تھی جسے نکاح ملفا کہا جاتا تھا جس کی صورت یوں تھی کہ کوئی تاجر کسی دوسرے علاقے میں جاتا جو اس کے وطن سے کافی دور ہوتا تھا تو وہ وہاں اقامت گزیں ہونے کے لیے کسی ایسی عورت کو تلاش کرتا جس کے اقارب نہ ہوتے یا پھر کم ہوتے تھے تو وہ اس سے نکاح کر لیتا تھا لیکن اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اس کو یوں ہی چھوڑ جاتا تھا پھر کبھی آنا ہوتا تو اس کے پاس چلا آتا، یعنی اس کے ہاں کچھ

۳۵۔ علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (م: ۵۸۷ھ)، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۳ء)، ۲:۲۲۸۔

۳۶۔ محمد امین بن عمر ابن عابدین (م: ۱۲۵۲ھ)، **رد المحتار علی الدر المختار** (الریاض: دار عالم الکتب، ۲۰۰۳ء)، ۴:۶۶۔

وقت کے لیے الفت حاصل کرتا۔[۳۷] اور بعض نے اسے نکاح خمیس بھی کہا ہے کہ وہ ہفتے کے بعد جمعرات کے دن ایک بار اس کے پاس جاتا تھا۔ اسی طرح اس سے ملتی جلتی صورت نکاح سری کی ہے جس میں چوری چھپے نکاح کر لیا جاتا ہے۔[۳۸]

ڈاکٹر ابراہیم الخضیری لکھتے ہیں کہ اس سے مشابہ صورت پچاس سال سے عرب میں رائج ہے جسے نکاح ضحویہ کہتے ہیں کیوں کہ وہ عموماً چاشت کے وقت اس بیوی کے پاس آیا کرتے تھے۔[۳۹]

یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ یہ نکاح عرصہ دراز سے قطر، خلیج، بلاد افریقا و ایشیاء میں رائج ہے۔[۴۰]

نکاح مسیار کا لغوی مفہوم

یہ اپنے نام سے کچھ یوں وضاحت دیتا ہے کہ یا تو مسیار کا لفظ سیر سے نکلا ہے جس کا معنی ہے چلنا یا سفر کرنا، مسیار کا لفظ سار القوم یسیرون سیرا سے مفعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اسی اعتبار سے بہت زیادہ چلنے والے شخص کے لیے رجل مسیار ورجل سیار کا لفظ عربی لغت میں مستعمل ہے۔[۴۱]

نیز اس عقد کی رو سے عموماً خاوند اپنی منکوحہ بیوی کے ہاں بہت کم ہی ٹھہرتا ہے اور اہل نجد اور بلاد خلیج میں کم وقت ٹھہرنے والے مسافر کو بھی مسیار کہا جاتا ہے۔[۴۲] یا پھر یہ میسار سے مقلوب ہے جو کہ یسر سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے آسانی اور چوں کہ یہ نکاح کے اخراجات اور ذمہ داریوں کے بار گراں سے آزاد کر دیتا ہے اور میاں بیوی بڑی آسانی سے عقد نکاح میں جڑ جاتے ہیں اس لیے اسے مسیار کہا جاتا ہے۔

۳۷۔ عبدالملک بن یوسف، **زواج المسیار**، ۷۸۔

۳۸۔ نفس مصدر، ۷۹۔

۳۹۔ الدکتور ابراہیم الخضیری، **مجلة الیمامة** (ریاض: ۲۰۰۱ء)، ۱۶۶۷۔

۴۰۔ القرضاوی، **زواج المسیار**، ۸۰۔

۴۱۔ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی (م: ۷۱۱ھ)، **لسان العرب** (ایران: مطبوعة نشر الحوذة، ۱۴۰۵ھ)، ۳:۵۲۶۔

۴۲۔ یوسف القرضاوی، **زواج المسیار حقیقته وحکمه** (القاہرة: مکتبة وھبة، ۱۴۲۰ھ)، ۹۔

نکاح مسیار کا اصطلاحی مفہوم

نکاح مسیار کی تعریف کے متعلق علما کی مختلف آراء ہیں:

- عبد الملک بن یوسف اپنی کتاب زواج المسیار میں لکھتے ہیں:

لیس له اصل فی الفقه والفقهاء القدامی لم یتطرقوا الیه -

قدیم کتب فقہ میں اس نکاح کی کوئی اصل نہیں ملتی اور نہ ہی قدیم فقہاء نے اس پر کوئی بحث کی ہے۔[۴۳]

- ڈاکٹر سعد العنزی لکھتے ہیں:

لیس لهذاالزواج اصطلاحا عندالفقهاء قدیما وانماعرف زواج المسیار فی الاونة الاخیرة بانه الزواج الذی من خلله تسقط المرءة بعض حقوقه الشرعیة بالاختیار-[٤٤]

نکاح کی یہ اصطلاح فقہاء کے ہاں کوئی قدیم نہیں بلکہ اس زمانے میں یہ معروف ہوا ہے، اس طرح کے اس عقد میں عورت اپنے کچھ حقوق شرعیہ کو اپنے اختیار سے معاف کر دیتی ہے۔

- ڈاکٹر احمد کردی نکاح مسیار کی تعریف ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

ان یتزوج رجل بالغ عاقل امرآة عاقلة تحل له شرعا علیٰ مهرمعلوم بشهود مستوفین لشروط الشهادة علیٰ ان لایبیت عندها لیلا الا قلیلا وان لاینفق علیها سواء کان ذلک بشرط مذکور فی العقد او بشرط ثابت بالعرف اوبقرائن الاحوال- [٤٥]

۴۳۔ عبد الملک بن یوسف بن محمد المطلق، **زواج المسیار دراسة فقهیة واجتماعیة نقدیة** (الریاض: دار ابن لعبون، ۱۴۲۲ھ)، ۷۶۔

۴۴۔ نفس مصدر، ۷۶۔

۴۵۔ اسامہ عمر سلیمان الاشقر، **مستجدات فقهیة فی قضایا الزواج والطلاق** (اردن: دار النفائس، ۱۴۲۰ھ)، ۱۶۲۔

ایک بالغ عاقل شخص کسی عاقلہ بالغہ عورت سے شادی کرتا ہے جو اس کی محرمات سے نہیں ہوتی اور ساتھ ہی مہر اور دیگر شروط کا لحاظ رکھا جاتا ہے مگر شرط یہ ہوتی ہے کہ عورت اس کے ہاں نہیں ٹھہرے گی مگر کچھ وقت، اور خاوند بھی اس پر خرچ نہیں کرے گا، اور یہ یا تو اسی سابقہ شرط سے طے شدہ ہوتی ہے یا پھر عرف یا قرائن احوال سے اسے سمجھا جاتا ہے۔

❖ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

ان زواج المسیارکما یسمیٰ لیس شیئاجدیدا انما هو امرعرفه الناس من قدیم وهوالزواج الذی یذهب فیه الرجل الیٰ بیت المرءة ولا تنقل المرءة الیٰ بیت الرجل وفی الغالب تکون هذه زوجة ثانیة وعنده زوجة اخریٰ هي اللتی تکون فی بیته وینفق علیها۔

زواج مسیار کوئی نئی چیز نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے لوگ اسے پہنچانتے ہیں اور یہ وہ نکاح ہے جس میں عورت خاوند کے گھر نہیں جاتی بلکہ خاوند عورت کے ہاں آکر ضرورت پوری کرلیتا ہے اور اس صورت میں عمومی طور پر یہ اس کی دوسری بیوی ہوتی ہے اور اس کے ہاں ایک اور زوجہ بھی ہوتی ہے جو اس کے گھر میں ہوتی ہے اور یہ اسی پر خرچ کرتا ہے۔[۴۶]

علامہ موصوف چوں کہ اس نکاح کے جواز کے قائل ہیں اسی لیے وہ اس اصطلاح کو بھی زمانہ قدیم کی اصطلاح شمار کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں حالانکہ دیگر کئی فقہاء نے اسے نکاح کی نئی اصطلاح کہا ہے۔ جس کی تفصیل آرہی ہے، پھر علامہ موصوف کا کہنا ہے کہ اس نکاح میں تمام شرائط کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے حالانکہ تمام شرائط کا لحاظ موجود ہو تو پھر مسیار اور عادی نکاح میں فرق نہیں رہتا پھر اسے نیا نام دینے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

نکاح مسیار میں فقہی مذاہب

نکاح مسیار کے متعلق دو قسم کی آراء سامنے آتی ہیں:

ا۔ بعض علماء کے نزدیک نکاح مسیار مطلقا جائز ہے۔

۴۶۔ القرضاوی، زواج المسیار، ۴۔

۲۔ بعض کے نزدیک نکاح مسیار حرام ہے۔

ذیل میں دونوں مذاہب کے دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلا مذہب

پہلے موقف کی رو سے نکاح مسیار مطلقاً جائز ہے، اور اس موقف کے قائلین میں علمائے عرب پیش پیش ہیں جن میں شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز مفتی حرمین، شیخ الازہر سید طنطاوی، اور شیخ ابراہیم الخضیری ریاض اور یوسف القرضاوی شامل ہیں۔ ان کے نزدیک چوں کہ اس میں عقد نکاح کی تمام شروط کا لحاظ رکھا جاتا ہے تاہم صرف ایک اضافی شرط لاگو ہوتی ہے اور وہ یہ کہ بیوی خاوند کے ساتھ نہیں رہے گی اور اس کے عوض خاوند پر نان ونفقہ لازم نہ ہو گا۔ اور چوں کہ عورت اپنے حق کی مالک ہے اور اسے حق معاف کرنے کی اہلیت حاصل ہے، لہذا یہ اضافی شرائط اس عقد میں خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ جس کی دلیل سرکار اقدس ﷺ کا معمول ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا حق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس پر کوئی رد عمل نہ فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے بھی اس کے مطابق عمل فرمایا۔[۴۷] لہذا اس حدیث کی رو سے اگر کوئی عورت اپنے حق سے دستبردار ہو جائے تو اجازت ہے اور اس سے نکاح میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر شرعاً یہ جائز نہ ہوتا تو رسول کریم ﷺ کبھی بھی اس کو قبول نہ فرماتے۔

دوسرا مذہب

دوسرے موقف کی رو سے نکاح مسیار حرام ہے، اور اس موقف کے قائلین میں وھبہ زحیلی، ناصر الدین البانی، عمر سلیمان اشقر، عبد الملک بن یوسف اور علامہ یوسف بنوری شامل ہیں۔[۴۸] جن کے نزدیک نکاح مسیار ایک جدید اصطلاح ہے جس کا وجود خیر القرون اور اسلاف کے ادوار میں نہیں تھا نیز اس نکاح میں کئی اعتبار سے سقم ہیں۔

۱۔ اس نکاح میں ایک بات جو واضح نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ نکاح کرنے والے عمومی طور پر وقتی لذت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان کے ذہن میں ہوتا ہے کہ وہ اپنا دو یا تین سال کا عرصہ گذارنے کے بعد اسے طلاق دے

۴۷۔ مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الرضاع، باب جواز هبتها نوبتها، ۴:۱۷۴، رقم:۱۴۶۳۔

۴۸۔ دار الافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، فتوی نمبر: ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳۔

دیں گے تو اس میں اگرچہ یہ شرط تو نہیں ہوتی کہ وہ صرف دو سال کے لیے نکاح کر رہے ہیں تاہم متعاقدین کے ارادے کچھ اسی طرح کے ہوتے ہیں تو وہ اسے جائز کرنے کے لیے نکاح کا روپ دے دیتے ہیں جس میں وہ تمام شروط وارکان کا لحاظ رکھتے ہیں۔ تو گویا یہ نکاح متعہ کے مشابہ ہے جو دور نبوی میں کچھ عرصے کے لیے جائز ہوا پھر حجۃ الوداع کے موقع پر اس سے منع کر دیا گیا۔

دور فاروقی تک کہیں کہیں اس پر عمل ہوتا رہا کیوں کہ دور دراز علاقوں میں رہنے والے جو صحابہ کرام حجۃ الوداع میں نہ پہنچ سکے انہیں اس ممانعت کا علم نہ ہوا جس کی وجہ سے وہ اسے جائز سمجھتے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس کی حرمت والے حکم پر عمل کرانا شروع کیا اور کہا کہ اب اگر کسی نے یہ نکاح کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی رائے کو قبول کیا اور اس طرح متعہ کی عملی حرمت پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔[۴۹]

اسی قسم کا ایک اور نکاح، نکاح موقت ہے اور یہ بھی متعہ کی طرح کچھ عرصہ کے لیے ہوتا ہے اسے بھی فقہاء نے ناجائز کہا ہے۔ چناں چہ عنایہ علی الهدایہ میں ہے:

> معنى المتعة هو الاستمتاع بالمرأة لا لقصد مقاصد النكاح وهو موجود فيما نحن فيه لأنها لا تحصل في مدة قليلة.[۵۰]
>
> متعہ در حقیقت مقاصدِ نکاح کے بغیر عورت سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے، اور نکاحِ موَقت میں بھی یہی معنی پایا جاتا ہے کیوں کہ مقاصدِ نکاح مدتِ قلیل میں حاصل نہیں ہو سکتے۔

۲۔ نکاح کی ہر وہ صورت جو مقاصد نکاح کے منافی ہو وہ باطل ہے، یعنی اس میں توالد و تناسل مقصود نہ ہو اور نہ ہی عورت کی عزت و عصمت کی بقاء اور حفاظت مقصود ہو تو ایسا نکاح قطعا جائز نہیں بلکہ یہ متعہ اور موقت کے مشابہ ہے جسے تمام فقہاء نے بالاتفاق باطل کہا ہے۔

۴۹۔ مسلم، **الجامع الصحيح**، كتاب النكاح، باب نكاح المتعة، ۴:۱۳۰، رقم: ۱۴۰۴تا۱۴۰۶۔

۵۰۔ اکمل الدین ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمود بابرتی رومی حنفی (م: ۷۸۶ھ)، **العناية على الهداية برهامش فتح القدير** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۱ء)، ۴:۳۹۴۔

۳۔ حدیث سودہ رضی اللہ عنہ میں باری ھبہ کرنے کا ذکر ہے طلاق کا ذکر نہیں اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح عارضی یا جزوقتی تھا بلکہ انہیں تاقیامت رفاقت نبوی حاصل ہے۔ اس حدیث سے اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

۴۔ انعقاد نکاح سے قبل یہ شرط طے کرلینا کہ بیوی کو نان ونفقہ نہیں ملے گا، یہ بیوی کا استحصال ہے اور اس کے حقوق کے معالے میں غرر ہے۔ اور نکاح سے قبل ایسی شرائط مقرر کرنا جو غیر مقتضائے عقد ہوں، امام مالک کے نزدیک ایسی شرائط عقد کو فاسد کر دیتی ہیں۔[۵۱] تاہم احناف، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ایسی شرائط باطل ہیں البتہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔[۵۲]

نکاح مسیار کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

نکاح مسیار شریعت کے اہم مقاصد میں خلل انداز ہوتا ہے، لہذا یہ نکاح ناجائز اور باطل ہے جس طرح نکاح متعہ اور نکاح موقت باطل ہیں جس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ نکاح کے مقاصد میں توالد وتناسل اہم حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی قرآنِ کریم کی آیت ﴿وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> أي اطلبوا ما قدره الله تعالى لكم في اللوح من الولد، وهو المروي عن ابن عباس والضحاك ومجاهد رضي الله تعالى عنهم وغيرهم. والمراد الدعاء بطلب ذلك بأن يقولوا : اللهم ارزقنا ما كتبت لنا۔[۵۳]

۵۱۔ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی المالکی (م: ۵۹۵ھ)، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد** (القاہرۃ: دارالحدیث، ۲۰۰۴ء)، ۲:۵۸۔

۵۲۔ عبدالرحمن الجزیری (م: ۱۳۶۰ھ)، **الفقه على المذاهب الاربعة** (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۳ء)، ۴:۳۲۴۔

۵۳۔ ابوالفضل سید محمود آلوسی بغدادی (م: ۱۲۷۰ھ)، **روح المعانی** (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۹ھ)، ۱:۴۶۲۔

یعنی جو اللہ تعالی نے تمہاری قسمت میں اولاد لوحِ محفوظ میں لکھ دی ہے اسے تلاش کرو اور یہی حضرت ابن عباس، ضحاک اور مجاہد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور تلاش سے مراد ہے کہ یوں دعا مانگو کہ اے اللہ جو تو نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے وہ رزق (اولاد) عطا فرما۔

۲۔ خدشہ ہے کہ اس نکاح کو چند لوگ زنا کے چور دروازے کے طور پر استعمال کرنے لگ جائیں گے۔

۳۔ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے کیوں کہ جس عورت کا حسن وشباب لوٹ کر اسے بے سہارا چھوڑ دیا جائے تو وہ عورت بے چاری اپنا بڑھاپا کیسے گذارے گی ؟ کیا وہ خود کشی کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتی؟ کیوں کہ نکاح عارضی لذات کے بجائے معاشرے کی تشکیل نو کا نام ہے۔

۴۔ اس نکاح میں عورت خاوند کی اطاعت سے بری سمجھی جاتی ہے جس کے نتیجے میں تعلقات میں کشید گی اور نت نئے جھگڑے جنم لے سکتے ہیں۔

علامہ محمد یوسف (بنوری ٹاؤن) لکھتے ہیں:

"اس قسم کے نکاح کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ زنا کے متبادل کے طور پر متعہ کے جواز کے لیے چور دروازہ ہے، جن ممالک میں اس نکاح کی اجازت دی گئی ہے وہاں امیر اور صاحب ثروت لوگوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب چاہا کسی بھی لڑکی کو خرید لیا اور اس کی عزت سے کھیل کر اس کو طلاق دے دی، بلکہ اگر یہ کہا جائے گا کہ یہ زنا بالمال ہے تو یہ غلط نہیں ہو گا، اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو معروف زنا کو چھوڑ کر دین بے زار لوگ اس طریقہ سے زنا کرنے لگ جائیں گے۔ اگرچہ ابتدا میں اس نام نہاد نکاح کی وجہ طویل عرصے تک سفر میں رہنا بیان کی بھی جائے یا بطورِ شرط رکھی جائے، لیکن اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کے نکاح کو ظاہر کر کے گھروں سے اجازت کے بغیر چلے جائیں گے، یوں اس نکاح کا جواز معاشرے کا شیرازہ بکھیرنے اور اس کی بنیادیں ہلانے کے مترادف ہے۔ ان تمام مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے "نکاح مسیار" (زواج مسیار) کی شرعاً اجازت نہیں"[۵۴]

[۵۴]۔ دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، فتوی نمبر: ۱۴۴۰۱۲۲۰۱۳۶۳۔

خلاصہ بحث

نکاح مسیار سے متعلق مذکورہ مفصل بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نکاح مسیار جائز نہیں ؛ محققین میں سے کچھ نے اسے مکروہ تحریمی شمار کیا تو بعض نے اسے حرام تک کہالہذا اس کے ناجائز ہونے میں شک نہیں کیوں کہ یہ ایک نئی ایجاد ہے جس کا وجود خیر القرون (زمانہ نبوی، دور صحابہ و تابعین) میں کہیں نہیں ملتا تاہم زمانہ نبوی میں ہونے والے نکاح متعہ سے کافی حد تک مشابہ ہے جس میں جز وقتی لذات کا حصول مقصود ہوتا ہے کسی نکاح کو متعہ پر قیاس کر کے جواز کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔

چوں کہ نکاح مسیار میں جانب شک زیادہ ہے اور اس کے برعکس اسے چھوڑ دینے میں عافیت ہے لہذا کامل مومن کبھی ایسی راہ اختیار نہیں کرے گا جس راہ پر اس کے دین میں فساد داخل ہو جائے۔

Bibliography

1. *Ābdūl Mālik bīn Yousuf bīn Mūhāmmād Āl-Mūtlāq, Ziwāj ūl-Mīsyār dirāsatān Fiqhiyātān ,Riādh,Dār ibn-Labūn,1422AH.*
2. *Ābdūl Rāhmān Āl-Jaziri, Āl-Fiqh Ālal Mazāhib Āl-Arba, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāḤ, Bāirvt,2003AD.*
3. *Ābdūllah bīn Āhmād bīn Qudāma Āl-Maqdāsi, Āl-Kafi, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt,1414AH.*
4. *Ābū Āl-Fāzāl sāyyid Mūhāmmād Ālūsi Baghdādi, Rūh ūl-Māni, dār,ehyā-ūl-turās, āl-ārābi, Bāirvt,1419AH.*
5. *Ābū Āl-Walid Mūhāmmād bīn Āhmād bīn Rushd Āl-Qurtubi, Bidāyāt ūl-Mujtahid wa Nihayat ūl-Muqtāsid,dār ūl-Hadith, Āl-QāhīrāḤ,2004AD.*
6. *Ābū Uwana Āl-Isfraini, Āl-Musnad Āl-Sahih Āl-Mustakhrāj Āla sahih Muslim, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt,2001AD.*
7. *Akmāl ūl Din Ābū Ābdūllah Mūhāmmād bīn Mūhāmmād bīn Mahmūd Babarti Hanfi, Āl-Inaya ĀlĀl Hidaya Bār Hamish Fath ūl-Qadir, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt,2001AD.*
8. *Āla ūl-Din Abi Bākār Masūd Āl-Kasāni, Badāi ūl-Sanāie Fi Tartib Āl-Sharāie, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt,2003AD.*
9. *Āl-Hāskāfi,Āla-ūl-din,Dur-e-Mukhtar,dār,ehya-ūl-turās, āl-ārābi, Bāirvt,1407.*
10. *Āli bīn abi bakar Āl-Marghinani, Āl-Hidāyā Fi Sharah Bidayat ūl-Mubtadi, dār,ehya-ūl-turas, āl-ārābi, Bāirvt,2003AD.*
11. *Āl-Nāsai,Ahmād bīn Shuāib, MāktābāH RehmāniāH,Lahore.*
12. *Āl-Qūdūri,Ābūl Husāin, Mūhāmmād bīn Ahmād, āl-Bāghdādi, āl-Mukhtāsār,Māktābā-tūl-Bushrā,Kārachi.*
13. *Bādr ūl-Din Mahmūd bīn Āhmād Āl-āyny, āl bīnayāH, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt*

14. *Badr ūl-Din Mahmūd bīn Āhmād Āl-āyny, ūmdā tūl qari , dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt,*
15. *Dr. Ibrahim Āl-Khaziri, MajĀlat ūl-Yamama,Riadh,2001 AD.*
16. *Fakhr ūl-Din Mūhāmmād bīn Zia ūl-Din Umar Razi, Āl-Tāfsir Āl-Kābir,*
17. *Ībnī abīdyn shamy, radūl mūḥtar,dār ūl kūtūt ūl īlmīyyaH Bairvt.*
18. *Ibrahim bīn Āli Āl-shirazi Āl-Firoz abādi, Āl-Muhazab, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt, 1414AH.*
19. *Kamal ūl-Din Mūhāmmād bīn Ābdūl Wahid bīn Humam, Sharah Fath ūl-Qadir, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt, 2003AD.*
20. *Mansūr bīn younās Āl-Bahūti, Āl-Rāoz Āl-Murabā Sharah Zād ūl-Mustaqnā,Dār ūl-Muāyyid Muassisāt ūl-RisālāH,1996AD.*
21. *Mūhāmmād bīn Āhmād Āl-Dur Dir, Āl-Sharh-ūl-Kabir Āla Hashia Dasūqi,*
22. *Mūhāmmād bīn Āhmād bīn Arfa Dasūqi, Hashit ūl-Dasūqi Āla Shar Hil-Kabir.Āl-MāktābāHt ūl-AsrīyyāH, Bāirvt, 1416AH.*
23. *Mūhāmmād bīn eysa, Tīrmīzy,Āl jamī ūsūnān, Qādymy kūtūb khāna Karachi.*
24. *Mūhāmmād bīn īsmaīl Āl Būkharī,Āl jamī, ūsaḥyḥ, Qādymy kūtūb khanā Karachi*
25. *Muslīm bīn ḥajaj Āl Qūshairy,Āl Jamī'Ūl sāḥyḥ, Qādymy kūtūb khana karachi*
26. *Shams ūl-Din Mūhāmmād bīn Āhmād Āl-Khātib Āl-Sharbīni, Mughni Āl-Muhtāj, dār ūl kūtūt ūl īlmīyyāH, Bāirvt, 1994AD.*
27. *Usāma Umar sūlaimān Āl-Ashqar, Mustajidātun Fiqhiyātun Fi Qazāyā Āl-Ziwāj wal TĀlaq,dār ūl-Nafais, Urdan,1420AH.*